تاج و تخت ختم نبوت
زندہ باد

اللہ اکبر

خلافت راشدہ
زندہ باد

حق چار یار

مولانا سیّد نور الحسن شاہ بخاری

سربراہ تنظیم اہل سنّت پاکستان

۲ مئی ۷۳ء

کے نام

"مکتوب مرغوب"

— منجانب —

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہٗ چکوال

امیر خدام اہل السنت والجماعت صوبہ پنجاب

شائع کردہ:- خدام اہل السنّت والجماعت چکوال ضلع جہلم

بخدمت جناب مولانا سیّد نور الحسن شاہ صاحب بخاری زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ - خلافت راشدہ کانفرنس ملتان منعقدہ ۲۳، ۲۴، ۲۵، ربیع الاول ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۷، ۲۸، ۲۹ اپریل ۱۹۷۲ء میں آپ کا مطبوعہ خطبہ صدارت پڑھنے کا اتفاق ہوا - آپ نے اہل السنت والجماعت کی زبوں حالی کے متعلق تمہیداً جو کچھ فرمایا ہے وہ صحیح ہے کہ :- "یہ اہل سُنت سواد اعظم کا اجتماع ہے جو وطن عزیز کی کم وبیش نوے فیصد غالب اکثریت ہیں - مگر یہ غالب اکثریت نہ صرف مذہبی بلکہ سیاسی طور پر بھی زبوں حال پامال بلکہ مجروح و مذبوح ہے اور اس سے بدرجہا زیادہ افسوسناک و الم انگیز ہے یہ حقیقت کہ اہل سنت کو اپنی اس زبوں خواری اور پستی و بدحالی کا احساس تک نہیں" (خطبہ صدارت ص۳) اسی طرح آپ نے مرزائیت اور شیعیت کی ترقی کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ بھی مطابق واقعہ ہے کہ :- "اس دردناک و الم انگیز صورت حالات کے نتیجے میں سیاسی طور پر سُنی مسلمان انتہائی زخم خوردہ ہے - جہاں کسی کلیدی منصب پر کوئی مرزائی یا شیعہ بیٹھا ہے وہ اپنے فرقے کی ناجائز رعایت و اعانت اپنا ایمان اور فرض سمجھتا ہے اور کھلم کھلا اپنے فرقہ کے آدمیوں کو اوپر لانے کی تاک میں رہتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج اگر فوج میں اونچے عہدوں پر ایک فرقہ کے افراد متمکن ہیں تو سول میں عموماً اعلیٰ عہدوں پر دوسرے فرقہ کے لوگ نظر آتے ہیں - ڈپٹی کمشنروں کی سطح تک بھی عظیم اکثریت کے افراد اہل سنت عظیم اقلیت میں ہیں - البتہ یہ ماشاء اللہ چوکیداروں، سپاہیوں چپڑاسیوں وغیرہ ادنیٰ ملازمین کی اکثر اسامیوں پر چھائے ہوئے ہیں" (خطبہ صدارت ص۴) لیکن تعجب ہے کہ ستمبر ۱۹۷۲ء کے اجلاس کراچی میں حکومت کی مجوزہ "سنی شیعہ نصاب کمیٹی"

کے جس فیصلہ پر آپ نے بحیثیت رکن دستخط کئے ہیں۔ وہ تو مذہبی لحاظ سے اور زیادہ اہل سنت کو زبوں حال کرنے والا ہے۔ لیکن آپ نے اپنے خطبہ صدارت میں بھی اس کی تصویب و تائید فرمائی ہے اور حکومت سے شکایت کی ہے کہ تقریباً نصف سال گذرنے کے بعد بھی کمیٹی کے فیصلہ پر عمل نہیں کیا گیا۔ اور اس تاخیر کو آپ نے شیعوں کی سازش کا نتیجہ بھی قرار دیا ہے حتیٰ کہ ملتان کی اس خلافت راشدہ کانفرنس میں آپ نے یہ مطالبہ بھی کیا ہے کہ:۔

"حکومت پاکستان سے ہمارا مطالبہ ہے کہ مرکزی وزیر اطلاعات مولانا کوثر نیازی صاحب کی صدارت میں شیعہ سُنی علماء پر مشتمل نصاب دینیات کمیٹی نے جو متفقہ فیصلہ کیا ہے بعض شیعی حلقوں کی بے دلیل مخالفت اور ہنگامی آرائی کی وجہ سے اس موزوں و معتدل فیصلہ کو بروئے کار لایا جائے"۔

(خطبہ صدارت ص۲۸) خدا جانے کن دلائل و وجوہات کی بنا پر آپ اس فیصلہ کو اہل سنت کے حق میں سمجھتے ہیں۔ آپ کے خطبہ صدارت میں تو ہمیں کوئی بھی ایسی دلیل نہیں مل سکی جس کی وجہ سے ہم مطمئن ہو سکیں۔ ہمارے نزدیک تو یہ فیصلہ اہل سنت کی تقویت کی بجائے ان کو اور زیادہ پست حال کرنے والا ہے اور شیعوں کے لئے سرکاری تعلیمی اداروں میں مزید عروج حاصل کرنے کا موثر ذریعہ ہے۔

نصاب کمیٹی کا فیصلہ

آپ نے نصاب دینیات کمیٹی کا متفقہ فیصلہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ:۔

"محترم نیازی صاحب نے راولپنڈی پھر کراچی میں اس نصاب کمیٹی کے

متعدد اجلاس بلائے۔ بالآخر فیصلہ یہ ہوا کہ دینیات کی کتاب ایک ہوگی۔ اس میں پہلے قرآن اور سیرت النبی پر مشتمل مشترک حصہ ہوگا۔ پھر سنیوں اور پھر شیعوں کے عقائد و عبادات کے جدا جدا ابواب ہوں گے۔ کتاب ایک ہوگی۔ استاذ ایک ہوگا۔ امتحان ایک ہوگا۔ یہ بھی فیصلہ ہوا کہ چار چار شیعی سنی علماء پر مشتمل ایک بورڈ ہوگا جو یہ دیکھے گا کہ کوئی بات دلآزار تو نہیں۔ چنانچہ اس بورڈ میں بھی دوسرے تین حضرات کے ساتھ تنظیم کے اس خادم راقم کو شامل کر لیا گیا۔" (خطبہ صدارت، صہ ۱۶) مشترکہ نصاب کے اس فیصلہ کو آپ نے غالباً اس لئے موزوں و معتدل سمجھا ہے کہ اس سے شیعوں کے "مستقل جداگانہ نصاب دینیات" کا دیرینہ مطالبہ ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن آپ نے اس پر غور نہیں فرمایا کہ آپ نے ان کا اصل مطالبہ تو مان لیا ہے یعنی دینی نصاب تعلیم میں ان کا مذہب شامل کر لیا گیا اور وہ بھی اہل سنت سے جداگانہ ہی ہے، صرف مشترکہ اور غیر مشترکہ کا معمولی فرق رہ گیا ہے۔ اور در حقیقت آپ کے منظور کردہ مشترکہ نصاب کی یہ صورت اہل سنت کے لئے ان کے سابقہ مطلوبہ جداگانہ نصاب سے زیادہ خطرناک ہے۔ بہر حال سنی شیعہ دینیات کمیٹی کی تشکیل اور اس کے متفقہ فیصلہ میں میرے نزدیک جو خرابیاں ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ کمیٹی میں سات سنی اور سات شیعی ارکان کی تعداد تسلیم کر کے آپ نے اپنی تقریباً ۹۰ فیصد سنی مسلمانوں کی غالب اکثریت کے ساتھ شیعہ اقلیت کی برابری کی مساوی نمائندگی تسلیم کر لی ہے۔ حالانکہ سنی ارکان کی تعداد زیادہ ہونی چاہیئے تھی اور اس کے باوجود تعجب یہ ہے کہ آپ، ملتان کی

اسس خلافت راشدہ کانفرنس میں یہ بھی مطالبہ کر رہے ہیں کہ :۔

"سوادِ اعظم کا پُر زور مطالبہ ہے کہ حکومت اس علیحدگی پسند فرقہ کو ملازمتوں وغیرہ میں بھی علیحدہ کر دے۔ اور کلیدی اسامیوں اور اعلیٰ ملازمتوں میں ان کی تعداد کے تناسب سے حصہ دے۔" (خطبہ صدارت ص۲۵) لیکن سوال یہ ہے کہ :۔

(ا) جب آپ ملازمتوں میں ان کی تعداد کے تناسب سے حصہ دینے کا مطالبہ کر رہے ہیں تو نصاب کمیٹی کے ارکان کی تعداد میں آپ نے ان کی کیوں مساوی نمائندگی قبول کی ہے ؟ وہاں بھی آپ آبادی کے تناسب سے ارکان کی تعداد مقرر کراتے ؟

(ب) مشترکہ نصاب میں اکثریت و اقلیت کے فرق کو کیوں نظر انداز کر دیا گیا اور سُنی اساتذہ اور سُنی طلبہ کی اکثریت پر اقلیتی فرقہ شیعہ کے عقائد و عبادات کی تعلیم کا لازم ہونا منظور فرما لیا۔ کیا ایسے فیصلے کو موزوں و معتدل کہہ سکتے ہیں ؟ اہل تشیع ارکان کے نام تو شیعوں نے خود منتخب کئے ہیں لیکن سُنی ارکان کو حکومت نے نامزد کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ :۔

"آخر صدر بھٹو نے یہ معاملہ مولانا کوثر نیازی وزیر اطلاعات کے حوالہ کر دیا۔ انہوں نے سات سات سُنی شیعہ علماء پر مشتمل ایک نصاب دینیات کمیٹی قائم کر دی۔ سُنیوں میں دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث ہر فکرِ مکتب کو نمائندگی دی گئی۔ جمعیت علمائے اسلام، جمعیت علمائے پاکستان جماعت اسلامی کے ساتھ اس سلسلہ میں پہلی بار تنظیم اہل سنت کو بھی

نمائندگی ملی اور تنظیم کے خادم راقم کو اِس کمیٹی کا ایک رُکن نامزد کیا گیا "
(خطبہ صدارت صہ ۱۶) علاوہ ازیں حکومت کی طرف سے سُنی ارکان کو نامزد
کرنے کا ذکر شیعہ مطالبات کمیٹی کے صدر سید جمیل حسین صاحب رضوی
نے بھی ایک پریس کانفرنس میں نصاب دینیات کمیٹی کی تفصیل تبلاتے ہوئے
کہا ہے کہ :- " مگر پیرزادہ نے فرمایا۔ رضوی صاحب۔ آپ کیا کہتے ہیں
ہم نے ایک ہفتہ میں جدید پالیسی مرتب کر دی۔ کیا ہم معمولی دینیات کا نصاب
نہیں مرتب کر سکتے؟۔ آپ پانچ شیعہ علماء نامزد کر دیں سُنی علماء ہم خود
نامزد کر دیں گے۔ اور یہ کمیٹی فوراً نصاب مرتب کرنے کا کام شروع کر دیگی الخ
(ہفت روزہ شیعہ لاہور۔ ۱۸ مئی ۱۹۷۳ء) شاہ صاحب اب آپ ہی فرمائیں
کہ جب آپ اپنی اپنی جماعتوں کے بھی منتخب کردہ نہیں ہیں بلکہ حکومت نے
آپ کو نامزد کیا ہے تو پھر ان سُنی نمائندگان کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ آپ
سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ جن جماعتوں کو حکومت نے دعوت دی تھی وہ اپنا
اپنا جماعتی اجلاس بُلا کر جماعت کی طرف سے اپنا نمائندہ منتخب کر لیتے اور
پھر اس کا نام حکومت کو پیش کر دیتے۔ تو جب یہ سُنی حضرات حکومت کے
نامزد رُکن ہوتے تو ان کی رائے اور تدبیر کا کیا انجام ہوگا۔

خشت اول چوں نہد معمار کج   تا ثریا می رود دیوار کج

۲۔ آپ نے شیعہ اقلیتی فرقہ کے لئے مذہبی نصاب کا حق تسلیم کر کے
اہل سنت کی عظیم اکثریت کے حقوق کو پامال کر دیا ہے۔ کیا آپ کو معلوم
نہیں کہ آج کل دوسرے ممالک میں بھی عموماً اکثریت کے نظریات کے مطابق

نصاب تعلیم رائج ہے۔ اور اقلیتی پارٹیاں اپنے نظریات کی تعلیم کے لئے پرائیویٹ انتظام کرتی ہیں۔ اور آپ نے اپنے مطالبات میں اکثریت کا یہ حق تسلیم بھی کرلیا ہے کہ :- "اگر شیعہ اقلیت اصحاب رسولؐ کی حیات طیبہ پر مشتمل نصاب تعلیم کی روادار نہیں تو اس کا واحد حل یہ ہے کہ نصاب تعلیم میں دینیات کے مضمون کو شیعہ طلبہ کے لئے لازمی قرار نہ دیا جائے۔ نہ کہ نصابی کتابوں سے حضرات خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کی سیرتوں بلکہ ناموں تک کو کھرچ کھرچ کر نکال دیا جائے۔ اور اس طرح شیعہ اقلیت کے ناروا تحفظ کے نام سے سواد اعظم سُنی اکثریت کے حقوق و مفاد کا جھٹکہ کیا جائے۔" (خطبہ صدارت ص ۲۹)

جب آپ نے یہاں یہ صریح مطالبہ کر دیا ہے کہ "نصاب تعلیم میں دینیات کے مضمون کو شیعہ طلبہ کے لئے لازم قرار نہ دیا جائے"۔ اور یہی آپ کے نزدیک اس کا واحد حل ہے اور یقیناً یہی واحد حل ہے۔ اور یہ مطالبہ سُنی غالب اکثریت کے حق پر ہی مبنی ہے۔ تو آپ نے نصاب دینیات کمیٹی میں مشترکہ نصاب کی تجویز کیوں منظور فرمائی تھی اور پھر اس کو اپنے خطبہ صدارت میں کس بنا پر آپ موزوں و معتدل فیصلہ فرما رہے ہیں؟ صحیح اور صاف بات یہ تھی کہ آپ "نصاب دینیات کمیٹی" کے اجلاس میں سُنی اکثریت کے اس حق کے تحفظ کے لئے ڈٹ جاتے اور کسی طرح بھی اقلیتی فرقہ کے عقائد و عبادات کا نصاب تعلیم میں شامل ہونا قبول نہ کرتے اور شیعوں کی اس تاریخی کامیابی کا آپ خود سبب نہ بنتے۔ اور اس موقعہ پر ایران کا معاملہ بھی آپ کو پیش نظر رکھنا چاہیئے تھا کہ وہاں شیعوں نے نصاب تعلیم میں سُنی مسلمانوں کے عقائد و عبادات کو شامل

کرنے کا حق نہیں دیا، تو پاکستان میں ان کو بحیثیت اقلیتی فرقہ کے یہ حق کیسے دیا جا سکتا ہے؟۔

۴۔ آپ نے اس پر بھی غور نہیں فرمایا کہ شیعوں کے بالکل جداگانہ نصاب دینیات کے مطالبہ کو مسترد کر کے آپ نے جو مشترکہ نصاب منظور کیا ہے اس میں اہل سنت کا زیادہ نقصان ہے، کیونکہ جداگانہ نصاب میں شیعہ مذہب کی تعلیم صرف شیعہ اساتذہ اور طلبہ کے لئے لازم ہوتی۔ علاوہ ازیں ان کی دینیات کی کلاس جدا ہونے کی وجہ سے ان کی تعداد کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی۔ لیکن آپ کے منظور کردہ مشترکہ نصاب میں سنی شیعہ کا کوئی امتیاز باقی نہ رہا۔ کیونکہ سب نے ایک ہی کتاب دینیات کی پڑھنی ہے اور اس کا امتحان دینا ہے۔ اسی طرح آپ نے سنی اساتذہ اور طلبہ پر بھی ان کے ایمان و عقیدہ کے خلاف شیعہ مذہب کی تعلیم لازم کر دی ہے۔ آخر آپ کو یہ احساس بھی نہ ہوا کہ سنی اساتذہ اور طلبہ، معلمات اور طالبات اپنے مذہب کے خلاف کیوں شیعہ مذہب پڑھیں اور پڑھائیں۔ جہاں اہل سنت کے باب میں سنی اساتذہ یہ پڑھائیں گے کہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق ہیں، پھر حضرت عمرؓ فاروق۔ پھر حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؓ المرتضیٰ بالترتیب خلفائے برحق ہیں اور سنی طلبہ بھی یہی پڑھیں گے تو وہاں شیعہ باب میں وہی سنی اساتذہ اپنے ایمان کے خلاف یہی پڑھائیں گے اور سنی طلبہ بھی یہ پڑھیں گے کہ حضرت علیؓ خلیفہ بلا فصل ہیں۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متصلاً حضرت علیؓ ہی خلیفہ برحق ہیں اور اس سے نعوذ باللہ خلفائے ثلٰثہ کے

برحق خلیفہ ہونے کی بالکل نفی ہو جاتی ہے لیکن سُنی عقیدہ کے تحت بہر حال
وہ خلیفہ برحق ہی رہتے ہیں البتہ ان کی خلافت کی نوبت حضرت عثمان رضی ذوالنورین
کے بعد تھی۔ اسی طرح وضوء، اذان نماز اور جنازہ وغیرہ عبادات کا حال ہے
تو سُنی بچے اور بچیاں یہ متضاد عبادات کس طرح سیکھیں گے۔ یہ دینی نصاب
کا پڑھنا کیا ہوا۔ نعوذ باللہ ایک عذاب مسلط ہو گیا۔ پھر سنی و شیعی طلبہ میں
ہر وقت عقائد و عبادات میں بحث کا سلسلہ جاری رہے گا۔ تو اس طرح یہ تعلیم
گاہیں مناظرہ گاہوں کی شکل اختیار کر کے باہمی فساد کا باعث بن جائیں گی
اور اساتذہ بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکیں گے۔ اور اگر آپ یہ فرمائیں کہ شیعہ
اساتذہ اور طلبہ کے لئے بھی تو سنی عقائد و عبادات کا پڑھنا پڑھانا لازم ہو گا
ان کو بھی اس کا امتحان دینا پڑے گا۔ تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ شیعوں
کے لئے اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ اپنے بنیادی عقیدہ تقیہ کے تحت
سُنی مذہب کی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں اور اس میں ان کو تقیہ جیسی عبادت
کا ثواب بھی مل جائے گا۔ جب ان کے نزدیک خود حضرت علی المرتضیٰ نے باوجود
خلیفہ بلا فصل ہونے کے خلفائے ثلثہ حضرت ابوبکر صدیق رض حضرت عمر فاروق رض
اور حضرت عثمان رض ذوالنورین کو از روئے تقیہ خلیفہ مان لیا اور ۲۴ سال مسلسل
بالترتیب ان کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے رہے تو پھر آج کل کے شیعوں کے لئے
یہ کیا مشکل ہے۔ کہ وہ مشترکہ نصاب میں اپنے عقائد کے ساتھ ساتھ سُنی
عقائد بھی پڑھ لیں۔ لیکن اہل سُنت کے ہاں تو اس قسم کا کوئی تقیہ نہیں وہ
کس بنا پر اپنے ایمان کے خلاف شیعہ مذہب پڑھیں گے اور اس کا امتحان

بھی دیں گے ؟

۵۔ جب آپ خود شیعہ مذہب کا تفوق اس حد تک تسلیم کر چکے ہیں کہ :۔

"جہاں شیعیت نے ملک کے اندر اس حد تک قریباً ہر شخص کو اپنے پلیٹ فارم کی گرفت میں جکڑ رکھا ہے کہ اگر پاکستان کا بدترین و بدنام صدر سکندر مرزا شیعی علماء و ذاکرین سے مجالس منعقد کراتا تھا تو نواب قزلباش مغربی پاکستان کا وزیر اعلیٰ ہو کر لاہور میں عشرۂ محرم کے موقعہ پر گھوڑے کی لگام خود پکڑتا ہے اور ماتمی جلوس کی قیادت اپنے لئے باعثِ فخر و مباہات سمجھتا ہے" (خطبہ صدارت ص۵) تو شیعوں کے اس تفوق و اقتدار کے پیشِ نظر آپ پر لازم تھا کہ سرکاری تعلیمی اداروں میں ان کے اثرات کو روکنے کی کوشش کرتے لیکن آپ نے شیعہ اقلیت کو مساوی حق دلوا کر ان کے لئے تعلیمی اداروں میں بھی مذہبی ترقی کا وسیع میدان میسّر فرما دیا۔ اور جو سُنی اساتذہ اور طلبہ شیعہ مذہب سے متنفر تھے اور اس کے اثرات سے محفوظ تھے اُن پر بھی آپ نے شیعہ مذہب کی تعلیم مسلط کر دی اور سُنی مسلمانوں کے مذبوح ہونے میں اگر کوئی کمی رہ گئی تھی تو اس مشترکہ نصاب کے ذریعہ وہ بھی پوری کر دی گئی ۔ اگر آپ کو اس کے مہلک نتائج کا احساس ہوتا تو آپ نصاب کمیٹی کی رکنیت سے استعفیٰ تو دیدیتے لیکن اس فیصلہ پر دستخط نہ کرتے لیکن ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

۶۔ ایک طرف تو آپ شیعوں کے ماتمی جلوس کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ:۔

"یہ ایک حقیقت ہے اور سولہ آنے حقیقت کہ یہ جلوس کھلی شاہراہیں چھوڑ کر شہروں کی چوڑی چکلی سڑکیں چھوڑ کر تنگ و تاریک گلیوں، کوچوں میں لے جا کر سُنی آبادیوں سے نکالے جاتے ہیں۔ عموماً وہی راستے اختیار کئے جاتے ہیں جن پر اہل سنت کے گھر ہوں، دینی ادارے ہوں مدارس ہوں، تبلیغی دفاتر ہوں، مسجدیں ہوں خصوصاً جامع مسجد پھر اہل سنت کے اُن معابد، مساجد اور مدارس کے سامنے بڑی دیر تک کھڑے ہو کر ماتم کیا جاتا ہے۔ خصوصاً مساجد کے آگے اور عین اذان و نماز کے وقت بھی۔ پھر ماتم صرف ہائے ہائے اور سینہ کوبی نہیں بلکہ اس میں لازماً نوحے، مرثیے اور تقریریں ہوتی ہیں۔" (خطبہ صدارت ص۲۵)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سُنیوں کے گلی کوچوں میں اور مساجد و مدارس کے سامنے بھی شیعوں کے مذہبی مراسم و مظاہر برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن دوسری طرف آپ نے مشترکہ نصاب دینیات میں اتنی رواداری اور فراخدلی کا ثبوت دیا ہے کہ بلا ضرورت تعلیمی اداروں میں سُنی بچے اور بچیاں شیعہ مذہب کی تعلیم حاصل کریں۔ آپ شیعہ ماتمی جلوسوں کے خلاف اسی بنا پر تو احتجاج کر رہے ہیں کہ وہ سنی مذہب کے خلاف ہیں ورنہ شیعوں کے نزدیک تو یہ ان کی عبادت میں شامل ہیں اور جب آپ نے شیعہ عقائد و عبادات کی تعلیم کو سُنی اساتذہ اور طلبہ

کے لئے منظور فرما لیا تو اب اگر وہ اپنی مذہبی عبادات کا گلی کوچوں میں عملی مظاہرہ کریں تو اس کے خلاف آپ کا احتجاج کیونکر موثر ہو سکتا ہے۔ اگر سُنی بچے اور بچیاں یہ کہیں کہ شاہ صاحب! ہم نے کتاب دینیات میں شیعہ مذہب کی عبادات کو علمی طور پر پڑھا۔ اب ہم اس کی عملی صورت بھی دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ امتحان دینے میں آسانی ہو جائے۔ "شنیدہ کے بود مانند دیدہ"۔ تو آپ ان کو کس جواب سے مطمئن کریں گے۔

جب او کھلی میں سر دیا تو دھمک سے کیا ڈر

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردئی باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

۷۔ آپ نے شیعہ اقلیت کو یہ حق دے کر پاکستان کی دیگر اقلیتوں مرزائیوں اور عیسائیوں کے لئے بھی سرکاری تعلیمی اداروں میں ان کی مذہبی تعلیم نافذ کرنے کا جواز پیدا کر دیا ہے۔ چنانچہ عیسائیوں نے یہ مطالبہ پیش بھی کر دیا ہے:۔ کرسچن سٹوڈنٹس یونین (راولپنڈی) کا اجلاس زیر صدارت مسٹر جاوید کھوکھر چیرمین کرسچین سٹوڈنٹس منعقد ہوا جس سے سیکرٹری جنرل مسٹر جاوید مائیکل نے خطاب کرتے ہوئے مستقل آئین کا خیر مقدم کیا اور وزیر تعلیم ڈاکٹر عبدالخالق سے اپیل کی کہ ہر اس تعلیمی ادارے میں جس میں مسیحی طلبہ کی تعداد بیس ہے ایک بائیبل ٹیچر رکھا جائے۔ انہوں نے حکومت سے پر زور اپیل کی کہ اب جبکہ نیا تعلیمی سال شروع ہو چکا ہے مسیحی طلبہ کے لیئے بائیبل کورس کا انتظام کیا جائے (نوائے وقت ۲۳ مئی ۷۳ء) فرمائیے۔ آپ ان کے اس مطالبہ کو کس بنا پر رد کر سکیں گے؟

اور اگر آپ اقلیتوں کے لئے یہ حق ہی تسلیم نہ کرتے کہ نصاب میں ان کا مذہب شامل کیا جائے تو اس قسم کے فتنوں کا دروازہ ہی بند ہو جاتا اور سُنی غالب اکثریت کا حق محفوظ رہتا۔

۸۔ اگر آپ کے منظور کردہ مشترکہ نصاب کو اس تاریخی کارنامے پر مبارکباد پیش کی جاتی لیکن جہاں تک مجھے علم ہے کسی سُنی عالم و بزرگ نے آپ کی تائید میں کوئی بیان شائع نہیں کیا اور نہ ہی کسی حساس سُنی مسلمان نے اس فیصلہ کو مفید اور مستحسن قرار دیا اور نہ ہی خود آپ نے اور نصاب کمیٹی کے دوسرے سُنی ارکان نے اس فیصلے کے حق میں دلائل دے کر سُنی مسلمانوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی بلکہ اس فیصلہ کے خلاف اخبارات میں بیانات شائع ہوئے۔ خدام اہل السنت والجماعت کی طرف سے "قرار داد مذمت" ہزاروں کی تعداد میں کراچی تک تقسیم کی گئی جو ماہنامہ انوارِ مدینہ لاہور۔ ماہنامہ الارشاد کیمبل پور اور ہفت روزہ نسیم جہلم میں بھی مکمل شائع ہوئی رجو ضلع جہلم کے سرکاری مڈل سکولوں میں منظور شدہ ہے) اور متعدد اضلاع میں سُنی مسلمانوں نے ہزاروں کی تعداد میں اپنے دستخطوں سے صدر پاکستان اور وزیر تعلیم کو ارسال کی۔ قومی اور صوبائی اسمبلی کے ارکان کو بھی اس کی کاپیاں ارسال کی گئیں۔ سکولوں کے اساتذہ و طلبہ، کالجوں کے طلبہ و پروفیسر صاحبان بلکہ وکلاء تک نے بھی اس قرارداد مذمت پر دستخط کئے۔ روزنامہ جنگ۔ اور روزنامہ نوائے وقت اور روزنامہ تعمیر راولپنڈی میں بھی اس قرار داد مذمت" کے اقتباسات شائع ہوتے

ماہنامہ بینات کراچی اور ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک میں بھی شیعہ مذہب کے داخل نصاب ہونے کے خلاف شدید احتجاج کیا گیا۔ چنانچہ جداگانہ نصاب کے سلسلہ میں شیعہ مطالبات پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری زید مجدہم نے "بصائر و عبر" میں یہ لکھا کہ :-

"ان دنوں سرکاری مدارس میں شیعہ حضرات کے لئے نصاب کی علیحدگی کی جو تجویز زیر غور ہے وہ سراسر سیاسی مصالح کے خلاف ہے ..... اس تجویز کا تو لازمی تاثر یہ ہے کہ شیعہ ایک مستقل اقلیت ہے جس کی دینیات عام مسلمانوں سے الگ ہے اور حکومت جس طرح دوسری اقلیتوں کو راضی کرنا ضروری سمجھتی ہے اسی طرح ان کو بھی ایک اقلیت سمجھتی ہے۔ ایک طرف مسلمان سمجھنا دوسری طرف علیحدہ نصاب تجویز کرنا یہ کہاں کا فلسفہ ہے؟ اس تجویز سے منافرت اور بڑھ جائے گی۔ اختلافات زیادہ ہو جائیں گے ہو سکتا ہے کہ یہ اختلافات ایسی صورت اختیار کر لیں کہ حکومت کے لئے ہمیشہ کا درد سر ثابت ہو" الخ (بینات کراچی۔ نومبر ۱۹۷۲ء)

علاوہ ازیں ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک میں بھی جناب مولانا سمیع الحق صاحب سلمہ نے اس فیصلہ کے خلاف پُر زور احتجاج کرتے ہوئے لکھا کہ :-

"ہم نے پچھلے شمارہ میں شیعہ نصاب کی علیحدگی اور شیعہ مطالبات کے خطرناک عواقب پر کچھ روشنی ڈالی تھی۔ اب حکومت کی تشکیل کردہ

دینیات کمیٹی کے کچھ ہنگامہ اصول سامنے آئے ہیں اور کافی حد تک وہی ہو کر رہا۔ جس کا ہمیں ڈر تھا۔ ہم تو اصولاً اس قسم کے مطالبات کو درخور اعتنا سمجھنا۔ اس کے لئے کمیٹی تشکیل کرنا اور اسے زیر غور لانا ہی ملک و ملت کے افتراق کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ پھر طرفہ تماشہ یہ کہ کمیٹی اور اس کے ضمنی ورکنگ گروپ میں شیعہ سُنی ارکان کو بالکل اس طرح مساوی نمائندگی مل گئی کہ گویا شیعہ اس ملک کی نصف آبادی ہو۔ اس وقت کمیٹی کی تفصیلات ہمارے سامنے نہیں ہیں مگر ہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ان مطالبات کو اتنی اہمیت دیکر ملت کا شیرازہ منتشر کرنے کی سعی کر دی گئی ہے۔ اب ردِّ عمل میں اہل سنت کے جائز حقوق اور مطالبات اور شیعہ حضرات کو اس ملک میں ان کے الگ مقام پر رکھنے کی جدوجہد کو بھی اسی تحمّل اور رواداری سے برداشت کرنا چاہیئے۔ نہ کہ علیحدگی۔ افتراق اور انتشار برپا کرنے کی ساری تہمتیں اکثریت پر لگا دی جائیں۔ شیعہ کی اس قسم کی سرگرمیاں یا تو اس ملک کو شیعہ سٹیٹ بنانے کا پیش خیمہ ہیں۔ یا شیعہ اپنے وقت کے ابن علقمی یحییٰ خان کے ادھورے منصوبے کو تکمیل تک پہنچا کر ہی دم لیں گے۔" (الحق۔ اکتوبر ۱۹۷۲ء)

آپ کی ایک اور غلط فہمی

آپ نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ مشترکہ دینی نصاب کا یہ فیصلہ شیعہ فرقہ کے حق میں نہ تھا۔ اس کے لعد میں انہوں نے اس کے عملی نفاذ کا مطالبہ ترک کر دیا

چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ :-

"محترم نیازی صاحب نے یہ فیصلہ پریس کے حوالے کر دیا۔ پریس میں فیصلہ شائع ہوتے ہی ملک بھر میں شیعوں نے اس کے خلاف ہنگامہ کھڑا کر دیا۔" (خطبہ صدارت ص ۱۶)

نیز آپ لکھتے ہیں کہ :-

"ہم نے جو منوایا بحمد اللہ دلائل اور سنجیدہ بحث سے منوایا۔ لیکن شیعی قوم کی لعن طعن اور ہنگامہ خیزی کا جو نتیجہ نکلا وہ حیران کن بلکہ عبرت انگیز ہے کہ اس فیصلے کو آج پورے پانچ مہینے ہو رہے ہیں پوری شیعہ قوم خاموش ہے شیعی پریس چپ ہے۔ پلیٹ فارم چپ ہے خود مطالبات کمیٹی چپ ہے۔ دینیات کمیٹی کے معزز شیعہ اراکین چپ ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی بات ہوئی ہی نہیں۔ طرّہ یہ کہ حکومت بھی خاموش ہے۔ یا تو کنوینر کا یہ ارشاد کہ شیعہ سُنی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس جلد تر بلایا جائے گا یا نصف سال گذرنے والا ہے اور کامل سکوت ہے۔" (خطبہ صدارت ص ۱۸)

آپ کا یہ قیاس بھی خلاف واقعہ ہے کیونکہ شیعوں کی اکثریت نے اس فیصلہ کو اپنی کامیابی قرار دیا تھا چنانچہ اخبارات میں ان کے تائیدی بیانات اس پر شاہد ہیں۔ صدر پاکستان اور متعلقہ وزراء کو انہوں نے خراج تحسین پیش کیا۔ اور شیعہ فرقہ اس فیصلے کو کیونکر اپنے خلاف سمجھتا جبکہ باوجود اقلیت کے ان کو سُنی اکثریت کے مساوی

حقوق مل گئے۔ اور اس میں ان کی تاریخی فتح تھی۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ بعض شیعہ جماعتوں نے اس فیصلہ سے اختلاف کیا۔ اور اس کے خلاف ان کے بیانات بھی شائع ہوئے۔ لیکن اختلاف کرنے والوں کی تعداد تھوڑی تھی۔ چنانچہ محکمہ تعلیم نے بھی یہی رپورٹ لکھی ہے۔ چنانچہ شیعہ مطالبات کمیٹی کے صدر سید جمیل حسین صاحب رضوی نے پریس کانفرنس میں یہ بیان دیا ہے کہ:۔

"بدقسمتی سے اس فیصلہ سے کچھ شیعہ جماعتوں کو اختلاف تھا اور محکمہ تعلیم نے اپنی رپورٹ میں یہ لکھا ہے کہ اگرچہ علماء کا متفقہ فارمولا ہے۔ مگر کچھ شیعہ جماعتیں مخالفت کر رہی ہیں۔ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔" (ہفت روزہ شیعہ لاہور۔ ۸ مئی ۱۹۷۳ء)

اور مشترکہ نصاب کے نفاذ کے لئے اپنی کوششوں کے متعلق سید جمیل حسین رضوی نے یہ بھی اسی پریس کانفرنس میں ذکر کیا ہے کہ:۔

"کس قدر قابل افسوس ہے کہ ورکنگ گروپ کی میٹنگ آج تک نہیں بلائی گئی ہے۔ ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۲ء کی بجائے ۷۳ء کے بعد بھی چار ماہ گذر گئے ہیں۔ ہم نے مولانا کوثر نیازی صاحب سے تقاضا کیا تو ان کا جوابی خط ملا کہ جو کام ان کو سپرد کیا گیا تھا وہ ختم کر چکے ہیں۔ آئندہ ہم اس سلسلے میں پیرزادہ صاحب سے رجوع کریں۔ میں نے ان کو خطوط لکھے۔ پنڈی جاکر قدرت اللہ شہاب صاحب۔ ڈاکٹر زمان صاحب سے ملا۔ افسران محکمہ تعلیم نے کہا کہ مولانا کوثر نیازی صاحب کی رپورٹ ہمارے نوٹ کے ساتھ کیبنٹ کے ساتھ بھیج دی گئی ہے

وہاں سے حکم ملنے پر آئندہ کارروائی ہوگی ۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صدر صاحب کے حکم سے مولانا کوثر نیازی صاحب کی سرکردگی میں کمیٹی جس میں ملک بھر کے چند شیعہ و سُنی علماء ممبر ہوں پھر وہ متفقہ فیصلہ کریں ۔ اب اس میں کیبنٹ کو کیا کرنا ہے الخ (ہفت روزہ شیعہ لاہور ۸ رمئی ۱۹۷۳ء)

شیعہ مطالبات کمیٹی کے اس بیان سے تو ثابت ہوتا ہے کہ وہ شترکہ نصاب کے نفاذ کے سلسلہ میں غافل نہیں رہے بلکہ اس کے لئے کوششیں کرتے رہے ہیں ۔ یہاں یہ بھی پیش نظر رکھیں کہ شیعہ مطالبات کمیٹی کے صدر کی یہ پریس کانفرنس پہلے ہوئی تھی اور آپ کی ملتان خلافت راشدہ کانفرنس ۲۷ ـ ۲۸ ـ ۲۹ ر اپریل کو کچھ دن بعد میں منعقد ہوئی ہے ۔ اور یہ بھی ملحوظ خاطر رکھیں کہ جن شیعہ جماعتوں نے اس فیصلہ سے اختلاف کیا ہے انہوں نے اس کی وجہ بھی بتائی ہے کہ اس طرح آئمہ اثنا عشر (بارہ اماموں) کے ذکر کو شیعہ مذہب کے ساتھ مختص کر دیا گیا ہے حالانکہ اہل سنت بھی ان ائمہ کو مانتے ہیں وغیرہ ۔ ورنہ ان شیعہ جماعتوں کو بھی اپنی اس اصل سے اختلاف نہیں ہے ۔ کہ شیعہ مذہب سرکاری تعلیمی اداروں کے دینی نصاب میں شامل کر دیا گیا ہے ۔"

3

شیعہ جماعتوں میں بھی اتحاد ہوگیا

نصاب دینیات کے بارے میں شیعوں میں جو اختلاف تھا ۔ وہ بھی انہوں نے ختم کر دیا ہے ۔ چنانچہ "بشارت عظمیٰ" کے عنوان سے

تحت اخبار شیعہ لاہور میں یہ لکھا ہے کہ :-

"مجلس عمل علمائے شیعہ پاکستان کی جانب سے ایک ہینڈ بل وصول ہوا ہے۔ جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ پاکستان کی مرکزی شیعہ جماعتوں میں اتفاق و اتحاد ہو گیا ہے اور تمام جماعتوں کی یقین دہانی کے بعد بتاریخ ۱۰ اپریل ۱۹۷۳ء کو مجلس عمل علمائے شیعہ پاکستان کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں حسب ذیل تجویز پاس ہوئی۔

تجویز :- ہر گاہ کہ قیام پاکستان سے اب تک شیعہ طلبہ کے لئے کئی مرتبہ ان کی دینیات کا حق تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن آج تک اس پر عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ موجودہ عوامی حکومت نے بھی جناب مولانا کوثر نیازی صاحب وزیر اطلاعات کی سربراہی میں علماء کی مجلس مشاورت قائم کی۔ اور اس میں ہر مکتب فکر کے علماء نے خوشگوار ماحول میں اس بنیادی حق کی توثیق و تصدیق کر دی۔ اس لئے پاکستان مجلس عمل علمائے شیعہ کا یہ ہنگامی اجلاس حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے۔ کہ ستمبر ۱۹۷۲ء کے فیصلہ کے مطابق جلد از جلد نصاب تیار کرنے اور اس کے نفاذ کا حکم دیا جائے۔ اب چونکہ تعلیمی سال نو کا آغاز ہو چکا ہے اس لئے تا نصاب جدید شیعہ طلبہ کے لئے جناب صدر پاکستان کے ارشاد کے مطابق سنہ ۱۹۷۰ء میں بارہ رکنی بورڈ کی منظور کردہ شیعہ دینیات کی کتابیں پڑھانے کا حکم دیا جائے"۔ (ہفت روزہ شیعہ لاہور ۸ مئی سنہ ۱۹۷۳ء)

محترم شاہ صاحب۔ اب تو آپ پر یہ حقیقت حال واضح ہو گئی ہو گی کہ شیعہ فرقہ آپ کے منظور کردہ مشترکہ دینی نصاب کا نفاذ چاہتا ہے یا نہیں؟ کاش کہ آپ شیعہ عزائم و مساعی پر نظر رکھتے اور اپنے خطبہ صدارت میں سُنی مسلمانوں کے حقوق کے خلاف "مشترکہ دینی نصاب" نافذ کرنے کا مطالبہ نہ کرتے۔

آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان

آپ نے غالباً اسلامی جمہوریہ پاکستان کا نیا آئین کا مطالعہ نہیں فرمایا جس میں لکھا ہے کہ:۔

"کسی شخص کو جو کسی تعلیمی ادارے میں زیر تعلیم ہو ایسی مذہبی تعلیم حاصل کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکے گا۔ اور نہ کسی مذہبی رسم میں شرکت کے لئے کہا جائے گا۔ نہ مذہبی عبادت کرنا ہو گی اگر یہ ہدایات اس کے اپنے مذہب کی بجائے۔ کسی اور مذہب سے متعلق ہوں۔" (آئین پاکستان صد ۲۷)

اس سے معلوم ہوا کہ جدید آئین کے تحت اب شیعہ مذہب کی تعلیم کو سُنی طلبہ کے لئے اور سُنی مذہب کی تعلیم شیعہ طلبہ کے لئے لازم نہیں ہو سکتی۔ لہذا آپ کا موزوں و معتدل "مشترکہ دینی نصاب" کالعدم ہو جاتا ہے اور شاید اسی بنا پر شیعوں نے متفقہ طور پر یہ مطالبہ پیش کر دیا ہے کہ:۔

"جناب صدر پاکستان کے ارشاد کے مطابق سنہ ۱۹۷۰ء میں بارہ رکنی

بورڈ کی منظور کردہ شیعہ دینیات کی کتب ہیں پڑھانے کا حکم دیا جائے"۔

واللہ اعلم۔

آخری گذارش

راقم الحروف نے سُنی مسلمانوں کے مذہبی حقوق کے تحفظ کے تحت آپ کی خدمت میں ان خرابیوں کی نشاندہی کر دی ہے جو سُنی شیعہ نصاب کمیٹی کے فیصلہ میں پائی جاتی ہیں۔ یہ مسئلہ نہ صرف تنظیم اہل سنت کا ہے، اور نہ خدام اہل سنت کا، نہ جمعیت علمائے اسلام کا ہے اور نہ جمعیۃ علمائے پاکستان کا، نہ اہلحدیث کا اور نہ مودودی جماعت کا۔ بلکہ یہ مسئلہ ان تمام سُنی مسلمانوں سے تعلق رکھتا ہے جو رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مقدسہ کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت مرضیہ کو دین اسلام میں شرعی حجت اور معیار حق مانتے ہیں۔ لہذا آپ شخصی اور جماعتی حدود سے بالاتر ہو کر اس مسئلہ کے مالۂ وما علیہ پر غور و فکر فرمائیں اور چونکہ شیعوں نے متحدہ طور پر اپنا یہ مطالبہ فوری طور پر منوانے میں کوشش شروع کر دی ہے کہ:

"سنہ ۱۹۷ء میں بارہ رکنی بورڈ کی منظور کردہ دینیات کی کتابیں پڑھانے کا حکم دیا جائے"۔ اور اہل سنت عموماً غفلت شعار ہیں اس لئے آپ کے جواب کا انتظار کئے بغیر اس مکتوب کو شائع کیا جا رہا ہے۔ تاکہ آپ کے مطبوعہ خطبہ صدارت اور میرے

مطبوعہ مکتوب کے مندرجات کی روشنی میں عوام اہل سنت اس اہم ملکی و ملی مسئلہ کے متعلق صحیح فیصلہ کر سکیں۔ وما علینا الا البلاغ

اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب سنی مسلمانوں کو مذہب اہل السنت والجماعت کی خدمت و حفاظت کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اہل سنت کو کامیابی نصیب ہو۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

خادم اہل السنت

الاحقر مظہر حسین غفرلہ
مدنی جامع مسجد چکوال (جہلم)
۱۸ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ
۲۲ مئی ۱۹۷۳ء

خدّام اہل سُنّت کی دُعا

از حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب امیر خدام اہلسنت والجماعت صوبہ پنجاب

خدایا اہل سُنّت کو جہاں میں کامرانی دے
خلوص و نصرت و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

ترے قرآن کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں
رسُول اللہ کی سُنّت کا ہر سُو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبی کے چار یاروں کی صداقت کو
ابوبکر و عمر عثمان و حیدر کی خلافت کو

صحابہ اور اہل بیت سب کی شان منوائیں
وہ ازواج نبی پاک کی ہر شان سمجھائیں

حسن کی اور حسین کی بھی پیروی میں کر عطا ہمکو
تو اپنے اولیاء کی بھی محبّت دے خدا ہمکو

صحابہ نے کیا تھا پرچم اسلام کو بالا
انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تری نصرت سے پھر ہم پرچم اسلام لہرائیں
کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

ترے کُن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل
عُروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبۂ کامل

ہو آئینی تحفظ ملک میں ختم نبوت کو
مٹا دیں ہم تری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدّام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسولِ پاک کی عظمت محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے
تری راہ میں ہر اک سُنی مسلماں وقف ہو جائے

تری توفیق سے ہم اہل سنّت کے رہیں خادم
ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہر ناداں
تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تری رضواں